

صعالبک

شعرائے جاہلیت کا ایک نثری لطیفہ

از: مولانا عبد الحلیم ندوی ایم اے۔ صدر شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی

شعرائے جاہلیت کے معروف و مشہور طبقات میں اکثر وہ ہیں جو عام طور سے اپنے خاندان۔ قبیلہ اور سماج سے نہ صرف متعلق رہے تھے بلکہ ان کے قابل ذکر و بھی ان شعراء میں قابل ذکر و صاحبہا تعلقات اصحاب الطمہرات وغیرہ ہیں جنہیں عربی و اس طبقہ عام طور سے جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے قبیلوں کے ہم رواج قوانین اور ریت کو مانتے۔ ان پر فخر کرتے اور ان کے گن گاتے تھے جس کی وجہ سے یہ شعراء "اپنے قبیلوں اور خاندان کی آنکھ کا تارا اور اپنے معاشرہ کے معزز و محترم اور بھاری بھر کم اشخاص بن کر چلے اور اس کی وجہ سے باہر کی دنیا میں بھی بڑی وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن آج ہم شعرائے جاہلیت کے ایسے طبقہ کا ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا شعراء کے طبقوں سے بالکل مختلف۔ نرالا اور اپنے انداز و اطوار میں بالکل اچھوتا ہے اور شاید عربی زبان وہ واحد سامی زبان ہے جس میں اس قماش کے شعراء کا طبقہ پایا جاتا ہے اور یہ طبقہ ہے "صعالبک الشعراء" یا "خانماں برباد شعراء" کا طبقہ۔

"صعلوک" کے لغوی معنی ہیں "مفلس و قلاش" کے ادبی اصطلاح میں "صعلوک" اس مفلس و قلاش کو کہتے ہیں جو ایک طرف اپنی غربت و افلاس

صعالبک کون تھے

لہ "الصعلوک" الفقير الذی لا مال له وقد تصعلک الرجل - اذا کان

کذلک لسان العرب طبعہ بولاق سنہ ۱۳۰۳ھ -

کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہوا اور دوسری طرف اپنی عزت نفس و شرف ذات کو برقرار رکھنے اور اپنی حیثیت اور وجود کو ثابت کرنے اور اپنی قوت کو حاصل کرنے میں لگا رہتا ہوا۔

"صعاليك الشعراء" یا خانماں برباد شعراء وہ مچھے آزاد منش سخت جان و سخت کوش نبھان شعراء تھے جن میں سے اکثر کے عزیز و اقارب فاندان قبیلہ سب کچھ تھا لیکن انھوں نے ان سب سے یا تو از خود یا مجبور ہو کر رشتہ توڑ لیا تھا اور صحرا نوردی اور قتل و غارت گری اپنا پیشہ بنا لیا تھا اور تن بتقدیر و جان بتدیر زندگی گزارتے تھے اور اس طرح ساری زندگی فاقہ مست اور خانماں برباد رہتے۔ اس دنیا میں سوائے ان کے اپنے ہم جنسوں کے نہ ان کا کوئی یار تھا نہ مددگار نہ دوست نہ غمگسار اور اسی کسمپرسی اور خانماں بربادی کی حالت میں مر گئے۔

یہ نوجوان "صعاليك" کیسے بن گئے؟ اس کے مختلف اسباب تھے جیسا معلوم ہونے کی وجہ سے

تنگدستی کی وجہ سے قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی وبا عام تھی۔ ہمارے ان شعراء میں سے بعض کو قدرت نے بڑی طاقت و توانائی اور بڑا عزم و حوصلہ دے رکھا تھا۔ اس عزم و حوصلہ اور طاقت و توانائی کی جولان گاہ بالکل اسی طرح محدود تھی جس طرح ان کا معاشرہ۔ چنانچہ ان کو قدرت کی بخشی ہوئی ان طاقتوں کو صالح اور پاک مقصد حیات پر لگانے کا موقع نہ مل سکا۔ پھر معاشرہ میں جرم و سزا کا نہ کوئی واضح ضابطہ اور مقرر قانون تھا اور نہ انھیں نافذ کرنے کا کوئی ایسا فعال ادارہ جو انھیں خوف سزا یا پاداش عمل کے نازیانے سے اپنی توانائیوں کو غلط راستے پر لگانے سے روک سکتا۔ چنانچہ ان کے یہ بلند حوصلے اور ابھرتی ہوئی توانائیاں غلط راستے پر لگ گئیں اور انھوں نے اپنا پیشہ قتل و غارت گری رہ زنی اور لوٹ مار بنا لیا۔ جب ان کے جرائم اتنے بڑھ گئے کہ ان کے فاندانوں کی عزت و آبرو پر حرف آنے لگا اور وہ ان کے جرائم کا نوا دان دیتے دیتے تھک گئے اور اب اس کی سکت نہیں رہ گئی کہ ان کی نا عاقبت اندیشیوں کی مزید سزا جھگٹ

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "الشعراء الصعاليك" لدكتور حسين عطوان۔ شایع شدہ مجلہ العربی ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء

سکیں اور اسی کے ساتھ ان کی جان کی بھی حفاظت کر سکیں تو انھوں نے عاجز آ کر ایسے نوجوانوں کو "برادری سے باہر" کر دیا۔ ایسے شخص کو اصطلاح میں "ضیع" یا "طریہ" کہتے تھے جب کسی کے متعلق ضیع یا طریہ ہونے کا اعلان کر دیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اب یہ شخص اس خاندان یا قبیلہ کا فرد نہیں رہا۔ اس لیے اس کے کسی فعل یا عمل کا ذمہ دار اس کا خاندان یا قبیلہ نہیں۔ اب اگر کوئی اسے کسی جرم کی سزا میں مار ڈالے تو خاندان اس کے خون کا مطالبہ نہیں کرے گا اور قاتل سے "نار" یعنی خون کے بدلے خون کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ اور اس طرح ایسے آدمی کا خون "ہدر" یعنی مباح ہو جاتا۔ ظاہر ہے جب کوئی اس طرح برادری سے باہر ہو جاتا تو اس کو ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا اور کوئی قبیلہ یا شخص اس کو اپنے یہاں پناہ دینے پر تیار نہ ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ایسا شخص مجبور ہو کر صحراؤں اور پہاڑوں کے دامنوں میں پناہ لیتا۔ جہاں اس کے ساتھی جنگلی جانور یا اس کے ہم جنس خلائق یعنی برادری باہر نوجوان ہوتے اور قتل و غارت گری اور رہ زنی سے اپنی زندگی چلاتا۔

ان میں سے بعض کے مصلوک ہونے کا سبب یہ ہوا کہ باپ کے مرجانے یا خاندان کی سخت معاشی تنگدستی کی وجہ سے قبیلہ نے ان سے آنکھیں پھیر لیں اور سخت تکلیف و پریشانی کے عالم میں بچپن کے دن گزرے یا کسی معرکہ میں گرفتار ہو کر فاتح قبیلہ کے یہاں غلامی اور ذلت کی زندگی گزاری اور جب جوان ہوئے اور عزت نفس خود داری اور خودی نے گوش و ہوش کی آنکھیں کھولیں اور اپنے انجام کو دیکھا تو اس قبیلہ اور خود اپنے قبیلہ کے خلاف نفرت و بغاوت کا سخت جذبہ پیدا ہو گیا اور غلامی و ذلت کی ساری زنجیریں نوڑ کر صحراؤں اور بیابانوں کی راہ لی۔ اور یہاں فطرت کی آغوش میں خود مختاری و خود داری اور خودی کی زندگی گزارنے لگے کیوں کہ خود بقول شنفری :

وَمِنَ الْأَرْضِ مَنْ أَمَّا لِلْكَوْثِ عَنِ الْأَذَى وَفِيهَا الْمَنْ خَافَ الْقَتْلَ مَتَحَوَّلَ

لے تلخ برادری یا مٹا باہر تلخ ہے سب نے چھوڑ دیا ہو طریہ۔ دس نکال دیا ہوا تلخ۔ بگایا ہوا تلخ۔

یعنی۔ "چمن میں آہ کبار ہنا جو ہو بے آبر و رہنا۔"

ان معالیک کا خیال تھا کہ اس معاشرہ کے لوگ بڑے خود غرض مطلب پرست اور چھوٹے دل و دماغ کے لوگ ہیں۔ ہمارے ایسے اولوالعزم حوصلہ مند نوجوان ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے ہم نے جنگلی جانوروں اور درندوں کو اپنا خاندان بنالیا ہے کیوں کہ یہ انسانوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل بھروسہ ہیں وہ دوسروں کے راز افشا نہیں کرتے اور اگر ان کا کوئی فرد جرم کر بیٹھے تو اسے دوسروں کے حوالے نہیں کرتے اور یہ قابل اعتماد افراد خاندان ہیں ایک "سید علس" یعنی بڑا خوفناک بھیڑیا "دوسرا" ارقط زہلول "یعنی دھاری دار چمکا چیتا اور تیسرا "عرفاجیل" یعنی بدبودار بھریہ ہیں ہمارے خاندان کے افراد اور ہم انہیں کے ساتھ خوش ہیں۔ شغری ان کی ترجائی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ولی دونکہ اهلون سید علس و ارقط زہلول و عرفاجیل
ہم المرہط لا مستودع الشرائع لدیہم ولا الجانی بما جرم یخذل
مگر یہ افراد خاندان اپنی فطری مجبوریوں کی وجہ سے ہم دم و دمساز اور مرنے جینے کے سائق نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہم نے ہر حال میں ساتھ دینے والے اپنے تین جگر مرئی دوست بھی پیدا کئے ہیں اور وہ ہیں ایک۔ بیباک اور نڈرول۔ دوسرے سفید چمپاتی ہونی تیز تلوار اور تیرکے پیلے رنگ کی ایک لمبی کمان :

ثلاثۃ اصحاب، قواء مشیع و ابيض اصلیت وصفی اعطل
یہ معالیک یہ سمجھتے تھے کہ اگر آدمی صرف اپنے اوپر بھروسہ کر لینا سیکھ لے تو پھر اس کے لیے خدا کی زمین تنگ نہیں ہے جسے شغری نے اپنی زبان میں یوں کہا ہے :

لعمرک ما فی الأرض ضیق علی امرئ سری داغباؤ راہباؤ وھو یعقل
ملک خدا تنگ نیست پائے مرا تنگ نیست۔
اور اس خاندان اور اپنے ان تین جگر مرئی دوستوں کے ساتھ یہ نوجوان محراؤں میں